ISSN 0548-0663 (UGC CARE List)

اس شمارے میں...

اداریہ	اپنی بات	۲
مضامین		
لکھنؤ میں اردو صحافت: تحقیق کے چند زاویے	پروفیسر سید شفیق احمد اشرفی	۳
حیات اللہ انصاری کی صحافتی خدمات	ڈاکٹر انور ادیب	۶
بچوں کا ادب اور فاطمہ وصیہ جائسی	پروفیسر عابد حسین حیدری	۸
اطفالِ ادب کے معمار: متین طارق	ڈاکٹر رضوان انصاری	۱۱
ف۔س۔اعجاز اپنا جواب آپ	کوثر صدیقی	۱۵
اسرار احمد حیات و خدمات" ڈاکٹر محمد اطہر مسعود کا لائق ستائش کارنامہ	منظور پروانہ	۱۷
منظومات		
غزلیں	ڈاکٹر محمد شفیع سیتاپوری/ مجاورمرزا اسا لکھنوی	۲۰
غزلیں	کلیم سہسرامی/ شاذیہ نیازی	۲۱
غزلیں	ڈاکٹر طالب اکرام/ خوشبو پروین	۲۲
غزل	شاذیہ خان	۲۵
افسانے		
نابینا سرکار	حبیب کیفی	۲۳
پارٹ ٹائم شوہر	ڈاکٹر کہکشاں عرفان	۲۶
دادی کی زبانی	حسن بانو	۲۹
افسانچہ		
دل و دماغ کا وہم	رضوان عباس	۳۱
ترقیات		
نئے ہندوستان کا نیا اور ترقی یافتہ اتر پردیش	ہشام غزالی	۳۲

ماہنامہ نیا دور، information.up.nic.in ویب سائٹ پر دستیاب ہے۔
قیمت فی شمارہ: پندرہ روپئے　　　سالانہ رکنیت فیس: ایک سو اسی روپئے
دو سال کی رکنیت فیس: تین سو ساٹھ روپئے
تین سال کی رکنیت فیس: پانچ سو چالیس روپئے
نوٹ: اپنی کمپوز شدہ تخلیقات، مندرج ای: میل آئی ڈی پر ہی ارسال کریں۔

جلد:77 شمارہ:08

ماہنامہ نیا دور لکھنؤ

دسمبر ۲۰۲۲ء

سرپرست
جناب سنجے پرساد
پرنسپل سکریٹری، محکمہ اطلاعات و رابطہ عامہ، اتر پردیش

پبلشر: شششر (ڈائرکٹر، انفارمیشن)

جناب انشمان ترپاٹھی (ایڈیشنل ڈائرکٹر، انفارمیشن)

ادارتی مشیر
محترمہ نُجم شرما (ڈپٹی ڈائرکٹر، انفارمیشن)

ایڈیٹر
ریحان عباس
رابطہ: 9838931772
Email:nayadaurmonthly@gmail.com

معاون: شاہد کمال

رابطہ برائے سرکولیشن و زر سالانہ:
صبا عرفی: 7705800953
آسیہ خاتون

تزئین کار: ایم۔ ایچ۔ ندوی
مطبوعہ: پرکاش پیکجرس، گولہ گنج، لکھنؤ
شائع کردہ: محکمہ اطلاعات و رابطہ عامہ، اتر پردیش
زر سالانہ: ۱۸۰ روپے
ترسیل زر کا پتہ
ڈائرکٹر انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز ڈپارٹمنٹ
پنڈت دین دیال اُپادھیائے سوچنا پریسر، پارک روڈ،
اتر پردیش، لکھنؤ 226001

Pleas send Cheque/Bank Draft in favour of Director,Information & Public Relations Department,Pandit Deendayal Upadhyay Soochna Parisar,UP,Lucknow

خط و کتابت کا پتہ
ایڈیٹر نیا دور، پوسٹ باکس نمبر ۱۴۶، لکھنؤ ۲۲۶۰۰۱
بذریعہ کوریئر/ رجسٹرڈ پوسٹ
ایڈیٹر نیا دور، انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز ڈپارٹمنٹ
پارک روڈ، سوچنا بھون، اتر پردیش، لکھنؤ 226001

نیا دور میں شائع ہونے والے تمام تر مشمولات میں جن خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے، اس کی پوری ذمہ داری مصنف کی ہے۔ حکومت اتر پردیش کا متفق ہونا بہرحال ضروری نہیں ہے۔

For Latest Issues of Naya Daur visit at www.information.up.nic.in

Scanned with CamScanner

پروفیسر عابد حسین حیدری

سابق پرنسپل وصدر شعبہ اردو ایم جی ایم پوسٹ گریجویٹ کالج، سنبھل

9411097150

بچوں کا ادب اور فاطمہ وصیہ جائسی

اردو میں بچوں کے ادب کی بہت قدیم روایت ہے۔ امیر خسرو سے لے کر مولانا محمد حسین آزاد اور مولوی اسمٰعیل میرٹھی کی نظموں اور ان کی درسی کتب سے اس کی مضبوط روایت کا ثبوت بھی فراہم ہوتا ہے لیکن افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ہمارے تخلیق کاروں نے تو اس پر بھرپور توجہ دی کہ بچوں کا ادب تخلیق ہونا چاہیے لیکن ہمارے ناقدین نے اس سے بے اعتنائی برتی۔ میرے مندرج جملوں کی تصدیق خوشحال زیدی نے بھی کی ہے۔ انھوں نے لکھا:

> ''تعجب کی بات ہے کہ اردو میں امیر خسرو تا حال ہر بڑے لکھنے والے نے بچوں کی تعلیم و تربیت پر توجہ دی ہے لیکن اردو کے ناقدین و مبصرین نے اردو ادب اطفال کو ہمیشہ نظر انداز کیا ہے۔''

آزادی کے بعد ادب اطفال پر خصوصی توجہ دی جانے لگی اور ہمارے تخلیق کاروں کی ان کاوشات کو تنقیدی کسوٹی پر پرکھنے کا عمل بھی شروع ہوا۔ اس کوشش میں بچوں کے ادب کی تخلیقات میں رنگارنگی آئی۔ داستانی و اساطیری کہانیوں کے علاوہ ڈرامہ، مختصر کہانیاں، چٹکلے اور باتصویر کا عکس کے ساتھ ساتھ شاعری میں بھی خاطر خواہ مواد سامنے آیا۔ کھلونا، پیام تعلیم، کلیاں، پھلواری، امنگ، بچوں کی نرالی دنیا جیسے درجنوں رسائل نے بچوں کے ادب کو خوبصورت انداز میں پیش کیا۔ مذکورہ رسائل میں خواتین تخلیق کاروں نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور انھوں نے بھی اپنی کہانیوں اور نظموں سے اردو ادب کے دامن کو مالامال کیا۔ اس طرح خواجہ حسن نظامی کی اہلیہ خواجہ لیلیٰ بانو، حجاب امتیاز علی، رضیہ سجاد ظہیر، مسعودہ حیات، کشور ناہید، نور جہاں نور، بانو سرتاج، بیگم ممتاز مرزا، قمر قدیر ارم مرادآبادی، ڈاکٹر کشور جہاں زیدی، بلقیس ظفیر الحسن، صالحہ عابد حسین، قرۃ العین حیدر، عصمت چغتائی، اے آر خاتون، عفت موہانی، قدسیہ بانو، شگفتہ فرحت، عطیہ پروین، فوزیہ چودھری اور رصادۃ نواب سحر جیسی سیکڑوں خواتین تخلیق کاروں نے ادب اطفال کا معتد بہ ذخیرہ اردو ادب کے دامن میں بھر دیا۔ ان میں اکثر تخلیق کاروں نے فکشن، شاعری، تنقید، انشائیہ، ڈرامہ جیسی اصناف میں اپنے نقش ثبت کیے ہیں اور اردو کی بیشتر اصناف ان کے ذکر کے بغیر نامکمل محسوس ہوتا ہے۔

آزادی کے بعد جن خواتین نے اپنی شاعری سے خصوصاً جدیدیت کے دور میں اپنی شناخت قائم کی ان میں لکھنوی تہذیب کی نمائندہ شاعرہ فاطمہ وصیہ جائسی ہیں، جنھوں نے اپنی نظموں، غزلوں، سلاموں، مرثیوں کے ساتھ ساتھ بچوں کے ادب پر بھی کام کیا ہے۔ وہ اودھ کی اس سرزمین سے تعلق رکھتی ہیں جہاں ملک محمد جائسی، خطیب اعظم مولانا سبط حسن، کامل جائسی، سانی جائسی اور شاہ حسن علی جائسی جیسے تخلیق کار، علما و شعرا پیدا ہوئے۔ فاطمہ وصیہ جائسی نے بھی ایک جگہ اپنی اس علمی و ادبی بستی کا گن گان کیا ہے:

میں سب کو دیتی ہوں ایثار و خلق کی دعوت	مری نواؤں میں پنہاں ہے جذب پدماوت
ہے مجھ کو فخر کہ میرا بھی ہے وطن جائس	جہاں کے لوگوں نے بانٹی ہے پیار کی دولت

فاطمہ وصیہ جائسی ۱۰ر ستمبر ۱۹۴۰ء کو جائس ضلع رائے بریلی (اتر پردیش) میں پیدا ہوئیں۔ ۱۹۵۰ء میں اپنے والد کے ہمراہ لکھنؤ آئیں اور شہر لکھنؤ ان کی تعلیم و تربیت کا محور و مرکز بننے کے ساتھ ان کی شناخت بھی بنا۔ وہ لکھنوی تہذیب و ثقافت کی نمائندہ تھیں۔ شرافت و نجابت کی امین فاطمہ وصیہ جائسی سراپا انکسار کا نمونہ تھیں۔ شہر لکھنؤ کا ہر شخص انھیں احترام سے باجی کہتا تھا۔ ۱۵ر جنوری ۲۰۰۱ء میں راقم الحروف کا تقرر ایم جی ایم پوسٹ گریجویٹ کالج سنبھل میں بحیثیت اردو استاد ہوا۔ بہت خوش ہوئیں اور کہا کہ ہم لوگوں کو بھول مت جانا۔ میں نے کہا باجی لکھنؤ کو میں کیسے بھول سکتا ہوں، میں نے بھی اسی شہر کی فضا میں پرورش پائی ہے۔

''بچپن کی زیادہ تر نظمیں کھلونا (دہلی)، پھلواری (دہلی) اور کلیاں (لکھنؤ) میں شائع ہوئی ہیں، ان کی نظم ''گڑیا'' آئینہ (دہلی) میں ۱۹۵۵ء میں شائع ہوئی اور اسی ہفتہ وار اخبار میں فاطمہ وصیہ جائسی کی نظم کے ساتھ مجاز کی موت کی خبر بھی شائع ہوئی تھی، جن کا انتقال ۵ر دسمبر ۱۹۵۵ء کو ہوا تھا۔ انھوں نے بچپن کا مقدمہ ''پیارے بچو'' کے عنوان سے لکھا ہے، جس میں انھوں نے بچوں کو بہت سی نصیحتیں بھی کی ہیں اور ان نصیحتوں میں ان کی زندگی کی محنت و مشقت اور حالات پریشاں کی ٹھیس بھی محسوس کی جا سکتی ہے۔ اس تذکرہ میں انھوں نے اپنے بھائی مرکزی وزیر و سابق گورنر سید سبط رضی کا بھی ذکر کیا ہے کہ وہ سیاست داں ہونے کے پہلے ایک صحافی تھے، ساتھ ہی بہترین خطیب اور عمدہ مرثیہ خواں بھی تھے۔''

Scanned with CamScanner

مئی اور جون کی چھٹیوں میں میرا زیادہ وقت لکھنؤ میں گزرتا تھا اور اپنی مادر علمی سلطان المدارس میں قیام رہتا تھا۔ اتفاق سے ۱۳؍جون ۲۰۰۷ء کو برادر مکرم میر نظیر باقری بھی لکھنؤ آئے اور مجھے حکم ہوا کہ چلو وصیہ باجی کے یہاں چلتے ہیں اور ہم دونوں وصیہ باجی کے یہاں پہنچ گئے۔ انھوں نے برما کے بسکٹ اور چائے سے ضیافت کے ساتھ دعائیں دیں اور کہا کہ بہت اچھا ہوا آپ دونوں آگئے اور انھوں نے اس درمیان اپنا مجموعہ "روبرو" اور ادب اطفال پر مشتمل نظموں کا مجموعہ "بچپن" بھی ازراہ کرم عنایت فرمایا۔ "بچپن کے اندرونی صفحہ پر لکھا —— دعاؤں کے ساتھ-عابد حیدری کے لیے۔ فاطمہ وصیہ جائسی- ۱۳؍جون ۲۰۰۷ء——" اس سے قبل ان کے مجموعہ ہائے کلام (۱) ریزہ ریزہ حیات مطبوعہ ۱۹۸۳ء (۲) قطرہ قطرہ سمندر مطبوعہ ۱۹۸۶ء، (۳) کرچ کرچ زندگی مطبوعہ ۱۹۸۸ء، (۴) طرز گفتگو مطبوعہ ۱۹۹۰ء، (۵) تمنائے فاطمہ مطبوعہ ۱۹۹۷ء، (۶) معراج قلم مطبوعہ ۱۹۹۲ء میری لکھنوی زندگی میں شائع ہو چکے تھے اور میری نظر سے گزر چکے تھے لیکن "بچپن" ۱۹۹۳ء میں شائع ہوا اور "روبرو" جو ۲۰۰۲ء میں شائع ہوا تھا میرے مطالعہ میں نہیں آئے تھے۔ "بچپن" کو دیکھ کر میں نے سوال کیا باجی آپ نے بچوں کی نظمیں بھی لکھی ہیں، انھوں نے جواب دیا مجموعہ آپ کے سامنے ہے۔ اس کے علاوہ بچوں کے لیے "پھلواری" کے نام سے کہانیاں بھی لکھی ہیں۔ متذکرہ تصنیفات کے علاوہ وصیہ باجی نے دعائے علی (مرثیہ ورباعی)، تاثر (مضامین)، شعرائے جائس (جس میں شاعرات کا بھی تذکرہ تھا) مرتب کرلیا تھا۔ پتہ نہیں ان کے ورثاء نے مذکورہ مسودات کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ بچپن کے مطالعہ کے بعد مجھے حیرت ہوئی کہ ادب اطفال پر کام کرنے والوں نے وصیہ باجی کو کیسے نظرانداز کیا، جب کہ ان کی نظمیں فنی اعتبار سے صف اول کی حامل ہیں جن میں حب الوطنی اور قومی یکجہتی کے گیت گائے گئے ہیں اور بچوں کو قومی تہواروں اور قومی شخصیات سے متعارف کرایا گیا ہے۔ فاطمہ وصیہ جائسی ایک قادرالکلام معتبر شاعرہ ہیں اور انھوں نے اپنی نظموں، غزلوں، نوحوں، سلاموں، مرثیوں کے ساتھ ساتھ ادب اطفال پر بھی نظمیں لکھیں۔ انھوں نے یہ نظمیں اپنے بچپن میں لکھی تھیں، انھوں نے لکھا ہے کہ:

> "یہ سب نظمیں ۱۹۵۰ء سے ۱۹۵۷ء تک کے زمانے کو محدود کرتی ہیں۔
> جب میں ذرا سمجھدار ہوئی تو اپنے ملک کو آزادی کی لہروں میں لپٹا ہوا پایا۔ ہر طرف آزادی کے نعرے گونج رہے تھے۔"؎

جس ماحول میں فاطمہ وصیہ جائسی کی پرورش و پرداخت ہوئی، وہ غیر منقسم ہندوستان تھا اور ہر طرف آزادی کے نعرے گونج رہے تھے۔ انگریزی سامراج پریشان تھا۔ گاندھی، نہرو، ابوالکلام آزاد، سردار پٹیل، سبھاش چندربوس کی تقریریں اور مولانا محمد علی جوہرؔ، رام پرشاد بسمل اور حسرت موہانی کے نغمے فضا میں بکھرے ہوئے تھے اور سبھی دیش واسی اپنے ملک کو آزاد کرانے کی سعی کر رہے تھے۔ یہ وہ ماحول تھا کہ ہندوستان کا بچہ بچہ گاندھی اور نہرو کے گن گا رہا تھا، خصوصاً نہرو جی جدوجہد آزادی کے سلسلے میں قید و بند کی صعوبت برداشت کرنے کے باوجود بچوں سے بہت پیار کرتے تھے، اسی لیے بچے انھیں چاچا نہرو کے نام سے یاد کرتے تھے۔ فاطمہ وصیہ جائسی نے نہرو کو دیکھا تھا اور جب وہ لکھنؤ آئے تو اس وقت ایک نظم "جے جے نہرو جے جے چاچا" کے عنوان سے کہی، جس کے دو بند پیش کیے جا رہے ہیں، جس سے نہرو کے تئیں فاطمہ وصیہ جائسی کے جذبات محسوس کیے جاسکتے ہیں:

دیش کی سیوا کرنے والے
دیش کی خاطر جینے والے
دیش کی خاطر مرنے والے
جے جے نہرو جے جے چاچا

اور اگلے بند میں فاطمہ وصیہ جائسی کا اپنے رہبر کے تئیں کیا گیا وعدہ، ہر ہندوستانی بچے کا وعدہ محسوس ہوتا ہے:

ہم بھی اونچا نام کریں گے
دیش میں اچھا کام کریں گے
یہیں جئیں گے یہیں مریں گے
جے جے نہرو جے جے چاچا

فاطمہ وصیہ جائسی نے خود لکھا ہے کہ "میں نے یہ نظمیں بچپن میں کہی ہیں، لہٰذا اس میں ہلکی پھلکی باتیں ہیں، جیسی کہ بچے کیا کرتے ہیں اور بچوں کو اچھی لگتی ہیں۔" لیکن انھوں نے بچوں کو ان ہلکی پھلکی باتوں میں قومی یکجہتی کی تلقین اور ملک و قوم سے محبت کا درس دیا ہے ساتھ ہی یہ پیغام بھی دیا ہے کہ "مجھے پڑھنے لکھنے والے بچے بہت اچھے لگتے ہیں۔" اسی لیے فاطمہ وصیہ جائسی کی نظموں کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ وہ ماہر فن ہونے کے ساتھ ساتھ نفسیات پر خاصی گرفت رکھتی ہیں۔ ان کی نظموں کے موضوعات، زبان، الفاظ، بچوں کی روزمرہ بول چال میں مزاح کی چاشنی کے ساتھ اودھ کا تہذیبی پس منظر دکھائی دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ نظمیں اپنی مذکورہ خوبیوں کی بنا پر ادب اطفال کی شاہکار تخلیق کا درجہ رکھتی ہیں۔

بچپن کی زیادہ تر نظمیں کھلونا (دہلی)، پھلواری (دہلی) اور کلیاں (لکھنؤ) میں شائع ہوئی ہیں، ان کی نظم "گڑیا" آئینہ (دہلی) میں ۱۹۵۵ء میں شائع ہوئی اور اسی ہفتہ وار اخبار میں فاطمہ وصیہ جائسی کی نظم کے ساتھ مجاز کی موت کی خبر بھی شائع ہوئی تھی، جن کا انتقال ۵؍دسمبر ۱۹۵۵ء کو ہوا تھا۔ انھوں نے بچپن کا مقدمہ "پیارے بچو" کے عنوان سے لکھا ہے، جس میں انھوں نے بچوں کو بہت سی نصیحتیں بھی کی ہیں اور ان نصیحتوں میں ان کی زندگی کی محنت و مشقت اور حالات پریشاں کی جھلکیں بھی محسوس کی جاسکتی ہے۔ اس تذکرہ میں انھوں نے اپنے بھائی مرکزی وزیر و سابق گورنر سید سبط رضی کا بھی ذکر کیا ہے کہ وہ سیاست داں ہونے کے پہلے ایک صحافی تھے، ساتھ ہی بہترین خطیب اور عمدہ مرثیہ خواں بھی تھے۔ سید سبط رضی بچوں کے لیے بچوں کی دنیا اور کہکشاں نامی ماہنامہ نکالتے تھے جس میں فاطمہ وصیہ جائسی، قائم مہدی، محمدیہ خاتون اور مرزا محمد کاظم سابق اوایس ڈی اترپردیش اردو اکادمی لکھنؤ ان رسالوں کے ادارتی ارکان میں شامل تھے۔ فاطمہ وصیہ جائسی نے بچوں کو اس بات کی ہدایت کی کہ:

> "ہمیں علم کے ساتھ ساتھ ادب سے جڑا رہنا چاہیے ورنہ ہم اپنی طرز معاشرت کھو دیں گے۔ یہ طریقہ قومی یکجہتی کے لیے بھی بہت ضروری ہے۔ اگر بچے اپنے کلچر کو سمجھ لیں تو پھر اس تہذیب کے اثرات نمایاں ہوں گے جو ہندوستان کی تہذیب ہے۔"؎

فاطمہ وصیہ جائسی سچی وطن پرست ہیں اور اپنے ملک کے ذرے ذرے سے انھیں محبت ہے، اسی لیے موصوفہ وطن عزیز ہندوستان کی ہر زبان اور ہر انسان سے محبت کرنا ضروری سمجھتی ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ:

> "بغیر کسی تنگ نظری کے انسانوں سے محبت کرنا اور سب کو اپنا سمجھنا ہی تو انسانیت ہے اور وہی سچا وطن پرست ہے جو پہلے وطن اور پھر وطن والوں سے محبت کرے۔" ان کا یہ نظریہ تھا کہ "جب وطن کی ہر چیز ہماری ہے تو اس کے بسنے والے کروڑوں انسان بھی ہمارے ہیں چاہے وہ کسی صوبے سے تعلق رکھتے ہوں، ان کی بھاشا کچھ بھی ہو، طرز معاشرت کچھ ہو سب بھارت کی جان ہیں۔"؎

فاطمہ وصیہ جائسی کی مادری زبان اردو ہے۔ وہ خطۂ اودھ کی بیٹی ہیں اور اسی آب و ہوا کی

Scanned with CamScanner

پروردہ ہیں لیکن وہ کسی بھی زبان سے نفرت کو بہت بڑا جرم سمجھتی ہیں۔ اپنی زبان سے محبت کے ساتھ دوسری زبانوں کے گیان کو وہ مثبت نظریہ کے تحت ضروری سمجھتی ہیں۔ انھوں نے لکھا ہے:

"زبانوں سے نفرت کرنا تو بہت ہی بری بات ہے۔ زبان کا کوئی مذہب نہیں۔ ہر زبان سے محبت اور اس کو بولنے سمجھنے میں ہماری لیاقت بڑھتی ہے کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔"(۵)

فاطمہ وصیہ جائسی کے متذکرہ نظریات کو ان کی نظموں میں بخوبی محسوس کیا جاسکتا ہے۔ انھوں نے بچوں میں انھیں نظریات کو راسخ کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کی نظموں کے موضوعات کی بوقلمونی ہمیں اس ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب کی عکاس نظر آتی ہے، جس کے سبب ہمارا ملک آج بھی پوری دنیا میں امن وشانتی کے علمبرداری کی حیثیت سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ ان کی نظم "سب کا خدا ایک ہے" میں فاطمہ وصیہ جائسی کے متذکرہ نظریات کو محسوس کیا جاسکتا ہے ساتھ ہی اس نظم کے کردار اور ان کی لفظیات قومی ایکتا کی نقیب محسوس ہوتی ہیں:

گھر کے آئی ہے کالی گھٹا   ہوگئی خوش وہ دیکھو لتا
ایک ہی سب کا ہے ایشور   ناؤ سب کی ترائے خدا
کوئی ہندو نہ مسلم کوئی   ہے کسی سے کوئی کب جدا
پیار بانٹیں چلو سب میں ہم   کوئی رہنے نہ پائے خفا
شانتی سارے جگ میں رہے   ہے وصیہ کی بس یہ دعا

درج بالا نظم کے علاوہ "پیار کی ورشا، غبارے والا، ترکا، منھو، دعا، چڑیا چہکیں، ریل، آئی دیوالی، میری امی، سب ہند کے واسی ہیں، کسان اور چلتے رہو" جیسی نظموں میں وطن سے محبت اور ملک میں امن وشانتی کے پیغام کو بچوں تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ ان کی نظم "پیار کی ورشا" میں مناظر قدرت اور مناظر فطرت کی خوبصورت عکاسی کی گئی ہے۔

دیکھو کیاری کیاری مہکی   ڈالی ڈالی کوئل چہکی
کہیں پپیہا کہیں ہے مور   پانی کا ہر سمت ہے شور
سب کے لب پر حسیں ترانے   دیکھو ہم بھی چلے ہیں گانے
یہاں پہ کوئی بڑا نہ چھوٹا   سب پر پانی ٹوٹ کے برسا
بھیگے راجہ پرجا سب ہی   کہیں دروغہ کہیں پہ منشی

اس منظرنامے میں بھی فاطمہ وصیہ جائسی نے پریم کا مارگ بچوں کو دکھایا ہے اور اسی پریم کے راستے انھیں بھارت کی ادبی وثقافتی وراثت سے واقف کرایا ہے:

پریم بھی چھوٹا بڑا نہ جانے   سب کو ایک سمان یہ مانے
رحمن اور رسکھان سے پوچھو   تلسی کی ہر تان سے پوچھو
پیار کی ورشا رم جھم برسے   اور کبھی یہ آن نہ ٹوٹے
کہیں مسلماں کہیں پہ ہندو   بھارت کے ماتھے کے بندو
ہند کے دونوں رکھوالے ہیں   ایک ہی دھن کے متوالے ہیں
بھید نہ کوئی بھاؤ ہے ان میں   سچ ہے کتنا چاؤ ہے ان میں

اسی طرح فاطمہ وصیہ جائسی کی ادب اطفال کی نظموں میں جگہ جگہ مزاح کا پہلو بھی دکھائی دیتا ہے۔ ترکا، اف یہ سردی، گڑیا سے، شکایت، شگوفہ رانی، آرزو، کام نہ آیا تو کیا ہوگا اور میری امی میں اس پہلو کو بخوبی محسوس کیا جاسکتا ہے۔ "میری امی" کے درج ذیل اشعار ملاحظہ فرمائیں اور سنجیدہ فاطمہ وصیہ جائسی کے اس منفرد رنگ کو بھی محسوس کریں:

امی کو ہر اک بات میں ملتے ہیں نشاں اور   پڑھنے جو نہ جائیں تو گزرتا ہے گماں اور
گر مدرسہ جانے کو نہ جی چاہے تو امی   کہتی ہیں کہ کچھ دن تو چلا جا مری جاں اور
آپا کی میں چوٹی کو اڑاؤں کا پکڑ کے   ڈانٹیں گی جو مجھ کو تو دکھاؤں گا زباں اور
تھوڑی سی اگر پھاڑ دیں بھیا کی کتابیں   دیکھے گئے پھر منہ پہ طمانچوں کے نشاں اور
یوں تو مجھے کہہ لیتے ہیں پاپا بھی بہت کچھ   امی کے بگڑنے میں ہے کچھ لطف زباں اور
بے کار خفا ہوتی ہیں مجھ پر مری امی   حلوے کو بھلا جا کے چرائیں گے کہاں اور

اسی طرح ان کی نظم "چڑیا چہکیں"، "کسان" اور "آئی دیوالی" خوبصورت نظمیں ہے۔ "چڑیا چہکیں" جہاں فضائی آلودگی سے اپنے ماحول کو پاک رکھنے کی عکاس ہے، وہیں بھارت کے کسان کو انھوں نے بھارت ماتا کی سنتان اور ساری زمینوں کا مالک قرار دیتے ہوئے اس کی عظمت کا گن گایا ہے:

لگاتار محنت کی دھن میں یہی ہے   یہ سچ ہے کہ بھرپور گن میں یہی ہے
یہ کھیتوں کی دنیا ہری ہے اسی سے   محبت کی دنیا بسی ہے اسی سے

فاطمہ وصیہ جائسی کے بچوں کے ادب کا مرکزی نکتہ محبت، امن، شانتی اور قومی ایکتا ہے۔ انھوں نے اپنی نظم "آئی دیوالی" میں اپنے اس نظریہ کو مزید ابھارا ہے۔ دیوالی ہندوستان کا عظیم تیوہار ہے، جسے ہر ہندوستانی مل جل کر مناتے ہیں۔ قومی ایکتا کا علمبردار یہ ہندوستانی تیوہار اردو کے شاعروں کو بھی خوب بھایا اور نظیر اکبرآبادی سے لے کر موجودہ عہد کے ہر بڑے فنکار نے اس پر قلم اٹھایا ہے۔ فاطمہ وصیہ جائسی کے بھی دیوالی کے تعلق سے اشعار ملاحظہ فرمائیں اور بچوں کے لب ولہجہ پر ان کی گرفت اور حسن نظم کی داد دیں:

آئی دیوالی کرتی اجالا   ساتھ میں لائی پریم کا پیالا
جلتے دیپ ہیں کتنے پیارے   جیسے ہوں آکاش کے تارے
گھر گھر دیپک جلے ہوتے ہیں   کنول دلوں کے کھلے ہوتے ہیں
ہم بھی ایسے دیپ جلائیں   سارے جگ میں جوت جگائیں
گھر گھر میں اجیارا پھیلے   چاروں اور سندیسا پھیلے
ایک ترنگا ایک ترانہ   ایک کہانی ایک افسانہ
پھرکا ہے کی دھینگا مشتی   پھر کاہے کی ہیرا پھیری

اور فاطمہ وصیہ جائسی کی "دعا" بھی ہر ہندوستانی بچے کی دعا محسوس ہوتی ہے، جس میں ملک وقوم کی خوشحالی کے ساتھ اس کے مستقبل کا اشاریہ بھی ہے:

خدایا آرزوئے علم مجھ کو کامیابی دے
وطن کے کام آجاؤں مجھے اتنی ترقی دے
رہیں آپس میں مل جل کر ترانے امن کے گائیں
مرے حسن عمل سے سارے انساں ایک ہوجائیں

بہرحال فاطمہ وصیہ جائسی کے ادب اطفال کے منثورات اور شعریات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ادب اطفال کے ناقدین نے ان کی تخلیقات پر توجہ نہیں دی ہے جبکہ ان کی کہانیاں اور نظمیں ادب اطفال میں اعلیٰ درجہ کی تخلیقات کا درجہ رکھتی ہیں۔

حواشی:

(۱) خوشحال زیدی، اردو ادب میں خواتین کا حصہ، ص:۱۹، ادارہ بزم خضر راہ، نئی دہلی، ۲۰۰۳ء
(۲) فاطمہ وصیہ جائسی، بچپن، ص:۶، نامی پریس لکھنؤ، ۱۹۹۳ء
(۳) ایضاً، ص:۱۱
(۴) ایضاً، ص:۱۱
(۵) ایضاً

□□□

Scanned with CamScanner